

HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic & Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: <http://habibiaislamicus.com>

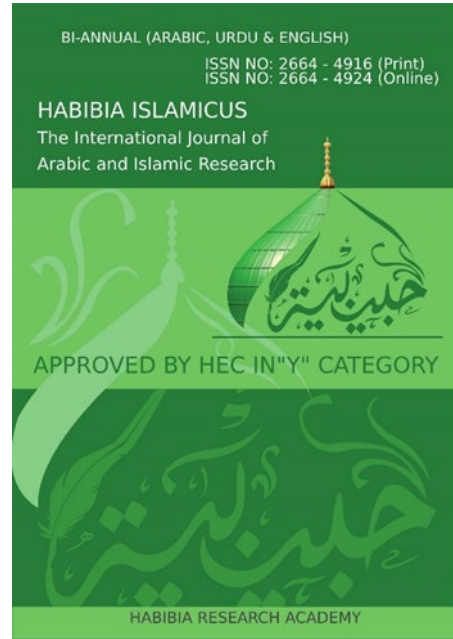
Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration
Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).



TOPIC:

CULTURE, CIVILIZATION, AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW

تہذیب، تمدن اور ثقافت – ایک مختصر جائزہ

AUTHORS:

- 1- Karim Khan, Research scholar, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University, Karachi. Email: karimkhanbangash@gmail.com ,Orcid ID: <https://orcid.org/0000-0003-4640-2219>
- 2- Dr. Muhammad Hassan Imam, Chairman Dept. Of Islamic Studies, FUUAST, Karachi. Email: dr.hassanimam77@yahoo.com Orcid ID: <https://orcid.org/0000-0003-1116-1793>

How to Cite: Khan, Karim, and Muhammad Hassan Imam. 2021. "CULTURE, CIVILIZATION AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW: تہذیب، تمدن اور ثقافت – ایک مختصر جائزہ". *Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research)* 5 (3):69- 82
<https://doi.org/10.47720/hi.2021.0503u06>.

URL: <http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/228>

Vol. 5, No.3 || July –September 2021 || P. 69-82

Published online: 2021-09-14

QR. Code



CULTURE, CIVILIZATION, AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW

تہذیب، تمدن اور ثقافت۔ ایک مختصر جائزہ

Karim Khan, Muhammad Hassan Imam,

ABSTRACT:

Change and development started with the creation of the universe and human beings. Society's advancement and development depended on man's past experiences, environmental situations, relations with all other species around him, etc. The culture and civilization also developed with time. The man could not decide with justice even with his full understanding of the problems and situation. On the eve of the unsuccessful approach of the human being towards such problems and their solutions/decisions, Almighty Allah guided the human being through His messengers. The purpose of sending them was to make a favorable and useful approach to the problems faced by man as an individual as well as in society. Culture and civilization are the progressive shapes of man-made advancements, with all the past experiences of social life confronted by him. Islamic civilization considers all the elements essential to effectuate the living of human beings. The concept of life, the purpose of life, the beliefs & thoughts, the involvement of man, the collective structure of the society, etc. are the basic elements of Islamic culture & civilization. Cultures & Civilizations are formulated on three major factors, i.e., Geographical, Biological, and Ideological factors. Culture and Civilization also require moral groundings on which the rites and rituals are formulated and performed by all the members of the society. The purpose of Islamic civilization is 'Peace' and 'Tranquility' for humans in this world and the Hereafter. Therefore, the characteristics of Islamic culture & civilization are the oneness of God, brotherhood, justice & goodwill, respect, cleanliness, moral character, and freedom. Islamic culture and civilization guarantee success for human beings in this material world and life after death.

KEYWORDS: Messengers, Civilization, Ideological factors, tranquillity, justice and goodwill

اسلامی تہذیب، ثقافت اور تمدن کے معنی و مفہوم کے اختصاصات کا احاطہ کرنے سے پیشتر ان تینوں کے اصطلاحات کے مفہوم سے آگاہی بہت ضروری ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے مترادف کلچر **Culture** اور **Civilization** کی اصطلاحات مستعمل ہیں۔ اس کے معنی و مفہوم کے ضمن میں Webster رقمطراز ہے:

1. Cultivation; tillage
2. Act of developing by education, discipline, training etc.
3. The enlightenment and refinement of taste acquired by intellectual and aesthetic training.¹

بمعنی کاشت، تعلیم، نظم و ضبط اور تربیت کے ذریعے نشوونما کا عمل ذہنی اور جمالیاتی تربیت کے ذریعے حاصل کردہ عمدگی اور روشن خیالی۔ اس لغوی مفہوم کے تناظر میں کلچر **Culture** کو اصطلاحاً سب سے پہلے ایڈورڈ ٹیلر (Edward Tylor) نے قدیم معاشروں کے مطالعہ کے دوران ۱۸۷۱ء میں استعمال کیا۔ ایڈورڈ ٹیلر (Edward Tylor) کے مطابق:

”Culture is that complex whole which includes knowledge, beliefs, arts, morals, laws, customs and any other capabilities and habits acquired by man as a member of the society“.²

کینیڈل کے خیال کے مطابق کسی انسانی گروپ یا معاشرہ میں علم، زبان، اقدار، رسومات اور مادی اشیاء جو ایک شخص سے دوسرے شخص اور ایک نسل سے اگلی نسل کو منتقل ہوں، کو کلچر پر محمول کیا جاتا ہے۔^۳ Vander Zanden کلچر اور سوسائٹی کو باہم مربوط قرار دیتے ہوئے کہتا ہے، کہ کلچر لوگوں کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتا، جو اس پر عمل پیرا ہوں۔ ایک انسانی معاشرہ کو کلچر کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ اپنے ارکان کو عمومی رہنما اصول دے سکے، کہ ان کو کیا کہنا اور کرنا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے کلچر انفرادی زندگیوں کو ایک وسیع کل میں جوڑتا اور متحد کر دیتا ہے۔ یکساں تناظر میں شراکت کرتے ہوئے ہی لوگ اپنے اعمال کی مناسبت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں معاشرہ اور کلچر ایک دوسرے کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتے۔ جیسا کہ وہ رقمطراز ہے:

Society and culture are intertwined. Culture could not exist without people enacting it. And a human society requires Culture to supply its members with a set of common guidelines telling them what to say and do. In so doing, culture binds separate lives into a large whole. Only by sharing similar perspectives, people can fit their actions together. So in real life, neither society nor culture could exist without the other.

مذکورہ بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلچر اقوام کی زندگی میں اس کلیدی مقام کا حامل ہوتا ہے، جو اجتماعی عمرانی ہیئت کے امتیازات کو معین کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہ وہ اجتماعی افکار و نظریات ہوتے ہیں، جو اقوام زندگی میں نصب العین کا درجہ پاتے ہیں اور اجتماعی تشخص کی تشکیل میں لائحہ عمل کے طور پر متعارف ہوتے ہیں۔ کلچر کے مغربی تصور کا جائزہ لینے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مترادف اصطلاحات تہذیب و ثقافت اور اسلامی امتیازات کا مختصر احاطہ بھی کیا جائے۔

تہذیب (CULTURE): تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کا مادہ، ذ، ب ہے، جس کا معنیٰ ہیں صاف کرنا، درست کرنا، پودوں اور درختوں کی شاخیں تراشنا، اصلاح کرنا۔^۴ چنانچہ اہل عرب جب کہتے ہیں کہ ہذب الشعر۔ تو ان کی مراد ہوتی ہے، شعر کی اصلاح کرنا۔ اسی طرح ہذب الرجل سے مراد ہوتی ہے، پاکیزہ اخلاق والا بنانا۔^۵ اسی طرح الجوہری نے تہذیب کی مفہوم کی وضاحت یوں بیان کی ہے: ہذب، التہذیب، کالتنقیۃ ورجل مہذب ای مطہر الاخلاق، والاہذاب والتہذی۔^۶ مذکورہ عبارت سے یہ معنیٰ واضح ہوتا ہے کہ تہذیب کا مفہوم صاف ستھرا کرنا اور مہذب شخص سے مراد پاکیزہ اخلاق والا اور اسی سے الاہذاب اور تہذیب مانو ذہے۔

ابن منظور افریقی نے تہذیب کے مفہوم کو جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ ہے: ہذب الشیء یہذبہ ہذبہ نقاہواخلصہ وقیل اصلحہ۔ یعنی اس سے مراد نقاہت خالص کر دینا، اور اصلاح احوال ہے۔ اسی طرح المہذب من الرجال المخلص النفی من العیوب ورجل مہذب ای مطہر الاخلاق۔ یعنی ایسا شخص جو عیوب سے پاک ہو اور رجل مہذب ای مطہر الاخلاق^۷ سے مراد پاکیزہ اخلاق کا حامل شخص ہے۔

ابن فارس ہذب کے مادہ کے تحت رقمطراز ہیں: ہذب: کلمۃ تدل علی تنقیۃ شیء مباحیہ یقال شیء مہذب منفی مباحیہ۔ وہ اس کی اصل الاہذاب قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اس کی سرکش گھوڑے کو سدھانے کے مفہوم پر محمول کیا ہے۔ لہذا وہ کہتے ہیں: یقال مرالفارس

یہ مذہب مشی لاهیڈی۔^۸ انگریزی میں اس کا مترادف لفظ کلچر (Culture) ہے۔ انگریزی میں لفظ ابتداء میں صرف کاشت کاری کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سترھویں صدی تک یہ لفظ درختوں کی نشوونما اور کاشت کاری استعمال ہوتا رہا۔^۹ پھر آہستہ آہستہ اس کے مفہوم میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور انسانی تربیت کے لئے استعمال ہونے لگا بالآخر انیسویں صدی میں اس لفظ نے وہ معنی اختیار کئے جو آج کلچر سے مراد لئے جاتے ہیں۔^{۱۰} بیگ بی (Bagby) نے کلچر پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ کلچر (Culture) کا سب سے پہلے استعمال فرانسیسی مصنفین کے پاس ملتا ہے، جن میں والٹیئر کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے ہاں کلچر ذہنی تربیت اور تہذیب کا نام تھا۔ بعد میں اچھے آداب، آرٹ، سائنس اور تعلیم بھی اس کی تعریف کا حصہ بن گئے۔^{۱۱} انگریزی میں لفظ کلچر کی تعریف خاصی پیچیدہ ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے، کہ اسی مصنف بیگ بی (bagby) کے بقول اس کی ایک سوساٹھ سے زائد تعریفیں کی گئی ہیں۔^{۱۲}

چنانچہ کلچر کی چند تعریفیں ملاحظہ کیجئے۔ ای بی ٹائلر کہتا ہے: ”کلچر ایسا مرکب ہے، جس میں علم، فن، اخلاق، قانون، رسم و رواج اور دوسری قسم کی صلاحیتیں اور عادتوں، جن کا تعلق اکتساب انسان معاشرے کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے موجود ہیں۔“^{۱۳} رابرٹ سٹڈ اس کی تعریف کو نقل کر کے ایک تعریف یوں بیان کرتا ہے: ”کلچر وہ مرکب ہے جو سارے نظام فکر، نظام عمل اور ہر اس چیز پر مشتمل ہے۔ جو معاشرے کا رکن ہونے کی حیثیت سے ہم میں موجود ہے۔“^{۱۴}

میتھو آرنلڈ کہتا ہے: ”کلچر انسان کو کامل بنانے کی بے لوث سعی ہے۔ کلچر کمال تحصیل ہے۔“^{۱۵} ٹی ایس ایلیٹ (T.S.Eliot) کلچر کی تعریف کرتے ہوئے ابتداء میں کہتا ہے ”کلچر آداب کی شائستگی کا نام ہے۔ یعنی مدنیت اور انسانیت۔“^{۱۶} آگے چل کر اپنے موقف کی وضاحت اس طرح کرتا ہے: ”کلچر سے میری مراد وہ ہے، جسے ماہرین لسانیات بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک خاص مقام پر رہنے والے مخصوص افراد کا طرز حیات۔“^{۱۷} ماہرین لغت کے ان افکار و نظریات کی روشنی میں تہذیب سے مراد وہ تربیت ہے، جو افراد معاشرہ کو تنقیح کے علم سے گزار کر مطہر الاخلاق بناتی ہے، اور ان میں مثبت رجحانات کو فروغ دیتی ہے۔ تہذیب کی لغوی اور اصطلاحی تعبیر کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مترادف لفظ ثقافت کا مفہوم و معنی بھی واضح کیا جائے، تاکہ ان کے مابین مماثلت اور موافقت کو سمجھا جاسکے۔

ثقافت: تہذیب کا ہم معنی ایک لفظ ثقافت ہے۔ اس کا مادہ ث، ق، ف ہے۔ اس کے معنی ہیں سیدھا کرنا، مہذب بنانا اور تعلیم دینا۔ ثقافت الولد کے معنی ہیں لڑکے کو مہذب بنانا۔^{۱۸} اسی طرح ثقافت کا لفظ عربی میں مادہ ”ثقف“ سے مشتق ہے۔ جو ایسا فعل ہے جسے بوقت ضرورت اصلاح احوال کے لئے روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ الفرہیدی نے مثال سے سمجھایا: والثقاف مصدر الثقافۃ، وفعله ثقف اذ الزمر، وثقف الشیء وهو ساعۃ تعبہ۔^{۱۹} گویا ثقافت سے مراد شخصیت کی وہ ضروری کانٹ چھانٹ ہے، جو فرد کو مہذب بنانے کے لئے ناگزیر ہے۔ افراد کی اجتماعی زندگی میں عمل ثقافت اجتماعی تشخص کی تشکیل کے لئے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے ثقافت کو تعلیم و تربیت کے معانی پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ صاحب الجمع الوسیط اس ضمن میں رقم طراز ہیں: ثقافت الانسان ادبہ وھدبہ وعلبہ۔^{۲۰} الفرہیدی نے قلب ثقف کی اصطلاح کو جن معنی پر محمول کیا ہے، وہ سرلیع العلم والتفہم ہے۔^{۲۱}

ابن فارس لکھتے ہیں: رجل ثقف لقف وذلك ان يصيب علم ما يسبعه على استواء۔²² الغرض عمل تعلیم و تعلم سے افراد میں تہذیب و ثقافت کے عنصر کو فروغ دیا جاتا ہے جیسا کہ ثقف کے معنی یہ ہیں کہ کسی فرد کا حاذق اور فطین ہو جانا۔²³

اسی طرح ثقافت سے مراد صاحب المعجم الوسيط یہ لیتے ہیں: الثقافة العلوم والمعارف والفنون التي يطلب الحديق فيها۔²⁴ تہذیب و ثقافت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جس میں طرز معاشرت یا طریق زندگی کے تمام نمونے آجاتے ہیں۔²⁵

راغب علی بیرونی لکھتے ہیں: الثقافة هل هي اصلاح النفس الصحيح الكامل بحيث يكون صاحبها مرآة الكمال والفضائل، اصلاح الفاسد وتقويم المبعوج۔²⁶ ثقافت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نفس کی صحیح اور مکمل اصلاح کا نام ہے، اس طرح کہ مہذب شخص کی ذات کمال اور فضائل کا آئینہ ہو یعنی فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔ ان تقریفوں سے جو بات وضاحت سے سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ تہذیب (Culture) کے معنی میں یہ نکات شامل ہیں۔ اصلاح کرنا (To Refine)، عیوب سے پاک کرنا (To Cleanse)، بہتر بنانا (To Improve)، درست کرنا (To Repair)، تعلیم و تربیت دینا (To educate)، خوش اخلاق بنانا (To polish the Style)۔²⁷ علی عزت بیگوچ کا یہ کہنا کہ ثقافت کا موضوع یہ ہے، کہ ہم زندہ کیوں رہتے ہیں؟ تہذیب اس مسلسل ترقی کا نام ہے کہ زندہ کیسے رہتے ہیں۔ ثقافت کا تعلق زندگی کے معنی سے ہے۔²⁸ اس سے بھی یہی مفہوم مترشح ہے، کہ زندگی کے کل آداب، عقائد اور افکار اور جمیع نقشہ حیات اور اس کی ضرورتوں سے اس کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک ثقافت انسان سے تعلق رکھتی ہے، اور انسان معاشرتی ہے طبعاً، اس اعتبار سے ثقافت انفرادی بھی ہوئی اور اجتماعی بھی۔²⁹ اس تناظر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و ثقافت انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کا جامع احاطہ کرتی ہے۔ اور عقائد و افکار کے ساتھ ساتھ ایسی ذہنی و جمالیاتی تربیت کا اہتمام کرتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ کامیاب دنیاوی زندگی بسر کر سکے، اور اخروی فوز فلاح کے گوہر مقصود کو حاصل کر سکے۔ حضور پر نور ﷺ نے دین حق کی جو تعلیمات متعارف کروائیں، ان کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ وہ عقل انسانی کی تراش کردہ نہیں تھیں۔ عقل نے ان کی تخلیق نہیں کی، بلکہ ان اُلوہی تعلیمات نے عقل انسانی کو صحیح راستہ دکھایا، اور عقل سلیم کو پروان چڑھایا۔ دین حق نے جن تہذیبی اقدار کو متعارف کرایا، وہ زمانہ اور ماحول کے پیداوار نہ تھیں، بلکہ انہوں نے ایسے ماحول کی تشکیل کی اور حالات میں ایسی تبدیلی پیدا کی، جنہوں نے حیات انسانی میں جزوی اور کلی ہر لحاظ سے فوز فلاح کا حصول ممکن بنا دیا۔ پیکر محسوس کی خوگر ذہنیت کو ایمان بالغیب کی اہمیت سے اس طرح متعارف کروایا، کہ تمام مفاسد سے نجات حاصل ہوئی۔ نغمہ توحید، الست برکم، نے نفوس انسانی کو فرحان و شاداں کر دیا، اور روحانی تشنگی کی سیرابی کا سامان میسر آیا، شرف انسانیت کے داغدار آئینہ کو مصفیٰ اور صیقل کر دیا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اُلوہی تعلیمات کی روشنی میں جن تہذیبی اقدار کو پروان چڑھایا، اس کے زیر اثر رضا الہی کا حصول زندگی کا مقصود اور نصب العین قرار پایا۔ مادیت پرستی کی اسیری سے نکل کر نفوس انسانی نے وحدہ لا شریک ہستی کے احکامات کے اتباع میں کامیاب زندگی کی ضمانت حاصل کی۔ عہد جاہلیت کی عرب تہذیبی اقدار جہاں جہاں خرابیوں کا شکار ہو چکیں تھیں، حضور پر نور ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی، اور اچھی اقدار کو نگاہ تحسین سے دیکھا۔ عقائد و عبادات کے اصلاحی ضابطے متعارف

کرائے گئے کفر و شرک اور الحاد و مادیت پرستی کے منفی نتائج سے انسانی معاشرے کو بچایا۔ اور انہیں اللہ کی حقیقی بندگی کے رنگ میں اصطلاح دے دیا گیا۔ ان اخلاقی فضائل کو تحریک و تشویق دی، جنہوں نے صالح زندگی کے نقشے کو مزید خوبصورت بنادیا۔ تمام رذائل اخلاق سے اجتناب کا جذبہ متحرک کیا۔

مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں: ”اسلام ایک ازلی اور ابدی نصب العین ہے۔ جس کی روح عدل ہے۔ یہ عدل جب اپنے نفس کے مقابلے میں ہوتا ہے تو انسان اپنی کسی خواہش یا جذبہ کو اس جائز حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ اور اپنے پیشے یا کام کے انتخاب میں معاشی اغراض یا مادی حوصلوں کو نہیں، بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کو مد نظر رکھتا ہے۔ اور جب یہ عدل معاشرہ میں ظاہر ہوتا ہے، تو معاشی انصاف، معاشرتی مساوات، اولاد اور والدین کے حقوق کی نگہداشت، عفت و پاکدامنی کی زندگی اور ہر قسم کے اسراف بے جا اور ناجائز تعیشت سے احترازی صورت اختیار کرتا ہے۔“³⁰ دین اسلام قابل عمل اور بے مثال تعلیمات کا حامل ہے، جس نے انسان کے سامنے اس کے مقصد حیات کو کھول کر بیان کر دیا۔ ”اسلام عقل انسانی کا تراشا ہوا مذہب نہیں ہے، بلکہ وہ عقل سے بالاتر ہے۔ یعنی عقل اس کی تخلیق نہیں کرتی، بلکہ وہ خود عقل سلیم پیدا کرتا ہے، اور اس کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ وہ زمانے و ماحول کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ وہ خود ایک ایسے ماحول و زمانے کی تخلیق کرتا ہے، جس میں انسان کے کل شعبہ ہائے زندگی صحیح معنوں میں ترقی کر سکیں۔ وہ انسانی زندگی کے کل شعبوں کے لئے ایسے اصول و قوانین مقرر کرتا ہے، جن پر عمل کر کے انسان اپنے کل شعبہ ہائے حیات کو ایک دوسرے کے دوش بدوش میدان ترقی میں گامزن کر سکتا ہے، اور ان کا باہمی روابط و تناسب ہر حالت میں پورے طور پر باقی رکھ سکتا ہے۔ یہ اسلام کا ایک اعجاز ہے، کہ جس گتھی کو سلجھانے سے انسانی عقل قطعاً عاجز ہے، اور جس کام سے کل مذاہب عالم عاجز رہے ہیں، اس کو اس نے کر دکھایا۔ اور یہ اسی لئے ہے کہ وہ خالق عقول کا بھیجا ہوا ہے۔ درحقیقت سوا اس کے دنیا میں کوئی مذہب ہی سرے سے موجود نہیں ہے۔ مذہب نام ہے زندگی کے مکمل نظام کا اور یہ تعریف اسلام کے سوا کسی مذہب پر صادق نہیں آسکتی۔“³¹ دین اسلام کی اصلاحی تحریک نے حیات کے ہر پہلو ہر جز اور کل درستی کے لئے قوانین منضبط کئے۔ ڈاکٹر حمید الدین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا اندازہ پوری طرح اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک پہلے یہ معلوم نہ کر لیا جائے کہ آپ ﷺ نے زندگی کی مختلف شعبوں یعنی سیاست، معاشرت، اقتصاد اور اخلاقی اور تمدنی معاملات کی تعمیر کے لئے کیا اصول پیش کئے، اور پھر عملی طور پر عرب نے مخصوص حالات میں ان اصولوں کے مطابق کیا اقدامات کئے۔ نیز آنے نسلوں کے لئے ان اصولوں اور آپ ﷺ کے عملی اقدامات میں تعمیر نو کا کیا سامان ہے۔³²

تمدن (Civilization): تمدن عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ م، د، ن ہے۔ مدن کے معنی ہیں قیام کرنا، شہر آباد کرنا، اور تمدن کے معنی ہیں شائستہ و مہذب ہونا۔³³ اصطلاح میں تمدن کی تعریف ہے۔ ”تمدن وہ نظام عمل ہے جو انسان کے نظام فکر (تہذیب) کے تابع ہوتا ہے“³⁴ عربی میں اس مفہوم کے لئے ’حضارت‘ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا مفہوم بھی وہی ہے، جو اردو میں تمدن کا ہے۔³⁵

ایم زیڈ صدیقی نے تہذیب (Culture) اور تمدن (Civlization) میں فرق کی وضاحت نہایت جامع الفاظ میں کی ہے وہ کہتے ہیں: ”ثقافت کی اصطلاح فکری ارتقا پر دلالت کرتی ہے، جبکہ تمدن معاشرتی ترقی کے بلند درجے کو ظاہر کرتا ہے۔ لہذا ثقافت ذہنی کیفیت کو بیان کرتی

ہے، اور تمدن اس کے مساوی مظہر کی نمائندگی کرتا ہے۔ پہلے کا تعلق فکری عمل سے ہے اور دوسرے کا مادی اکتسابات سے۔ پہلی ایک داخلی کیفیت ہے جب کہ دوسرا خارجی دنیا میں اس کی عملیت کا نام ہے³⁶

القاموس العصری میں دیئے ہوئے معانی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ”تہذیب“ کا انگریزی میں متبادل لفظ کلچر (Culture) اور تمدن کا انگریزی میں مترادف سویلائزیشن (Civilization) ہے۔ اس لئے تہذیب کا اصطلاحی مفہوم وہی ہو گا جو کلچر کا اصطلاحی مفہوم ہے۔ اور تمدن کا اصطلاحی مطلب وہی ہو گا، جو سویلائزیشن کا اصطلاحی مفہوم ہے۔³⁷

دنیا کے تین اہم تمدن اور نظام حیات:

حسی تمدن: دنیا کا ایک قدیم ترین اور انسانوں کا مقبول ترین تمدن وہ ہے، جس کی بنیاد حواس اور ان کے نتائج پر ہوتی ہے۔ انسان کے لئے اس بنیاد سے زیادہ آسان اور عام بنیاد، اس سے زیادہ سہل تجربہ، اس سے زیادہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں آسانی کے ساتھ وقوع میں آجانے والا، اور اس سے زیادہ انسان کی خواہشوں کو تسکین دینے والا کوئی نظام نہیں۔ اس میں گہرائی کے لیے کسی عقلی ترقی اور کسی ایثار و قربانی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے عام انسانوں کے لئے یہ سب سے زیادہ کشش رکھتا ہے۔ اور انسانی تہذیب کی تاریخ میں اس سے زیادہ کسی اور نظام حیات نے بار بار فتح نہیں پائی۔³⁸

حیات پر جس تمدن کی بنیاد ہوگی اس کی فطری خصوصیات لازماً حسب ذیل ہوں گی:

- (۱) ہر ایسی چیز کا انکار یا اس کی بے وقعتی جو حواس کے تحت میں نہ آ سکے۔ اور جس کی تصدیق مجرد حواس ظاہری سے نہ ہوتی ہو۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ کسی بن دیکھی ذات اور طاقت کا یقین پیدا نہیں ہو گا، جو حواس سے بالاتر ہے۔ اور جب اس کا یقین ہی پیدا نہ ہو، تو اس کا لحاظ اور خوف یا اس سے امید پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر مشرکانہ اثرات اور اوہام کی وجہ سے (جو حواس پرستی کے دور میں حسیات اور مادیت کے ساتھ ساتھ اکثر کارفرما ہوتے ہیں) متعدد آلہ کا اعتقاد موجود بھی ہوتا ہے تو اس کا ذہن اور دماغ اور عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس سے اس تمدن کی حسیات زندگی کے حسی رجحان اور اخلاق و اعمال کی حسی بنیاد میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوتا۔ جب کسی چیز کے ثبوت کے لئے حواس کی شہادت ضروری قرار پائے تو پھر ایسی چیز کے یقین اور زندگی میں اس کے لحاظ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، جس کے وجود کی حواس کسی دوسری زندگی اور اس عالم کے علاوہ کسی اور عالم کے وجود کا مطلق انکار کیا جائے، جو حواس کے علاوہ کسی اور دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یا جس کو ماننے کے لئے محسوسات کے علاوہ کسی اور چیز کا وجود ماننا پڑتا ہے۔ اس زندگی کے علاوہ دوسری زندگی کے وجود کے انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ یہی زندگی منتہائے نظر بن جاتی ہے۔ کسی آئندہ محاسبہ کا ڈر باقی نہیں رہتا۔ طبیعت میں وہ آزادی اور بے قیدی پیدا ہو جاتی ہے، جس پر عارضی قانونی حدود اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اور چونکہ زندگی بعد موت کی طرح حواس کی بنا پر موت اور اس زندگی کے خاتمہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ واقعہ ہر طرح حواس کی ناقابل تردید اور متواتر شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے، اور اس کا دن رات مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، اس لئے حیات بعد الموت کے انکار اور موت کے اقرار کا لازمی اور طبعی نتیجہ ہوتا ہے، کہ اس زندگی سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے اور اس میں عیش و لطف کرنے کا عقلی و طبعی تقاضا پیدا ہوتا ہے، جو اس طریق استدلال اور اس ترتیب مقدمات کے ساتھ ہر طرح معقول و حق بجانب ہے۔

اس حسی تمدن کے ابتدائی دور میں (اور بعض اوقات ترقی یافتہ دور میں بھی) اخلاق کے بجائے عمل کے محرک، اغراض، مصالح اور ذاتی منافع ہوتے ہیں۔ اجتماعی زندگی کی وجہ سے جب حسی تمدن میں ترقی ہوتی ہے، تو اخلاق کا لفظ بھی اس کی زبان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد لذتی فلسفہ پر ہوتی ہے۔ یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ ان سے انسان کو لذت یا حظ نفس حاصل ہو، پھر جب کچھ اور ترقی ہوتی ہے، تو لذت کے بجائے ان کی بنیاد افادیت بن جاتی ہے۔ یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ افراد کو فائدہ پہنچے (لیکن اس فائدہ کا معیار مقرر کرنے میں بھی عموماً حسی نقطہ نظر اور لذتی ذہنیت کام کرتی ہے)۔

(۲) اس مادہ پرستانہ اور حسی تمدن کی دوسری فطری خصوصیت (جو درحقیقت پہلی خصوصیت ہی کا ضمیمہ ہے) یہ ہے، کہ محسوسات بھی قرض کے مقابلے میں نقد آجائے۔ (بہ دیر) کے مقابلہ میں عاجل (جلد) کو ترجیح دی جاتی ہے، اس لئے کہ وہ حواس سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور اس میں عقلیت اور قوت فکریہ کے استعمال کی ضرورت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ اس لئے اس تمدن یا اس آئین زندگی کے تمام مظاہر و اشکال میں ایک خاص قسم کی سطحیت و ظاہریت اور پورے نظام زندگی میں نفع اندوز ذہنیت اور خود غرضی اور انفرادیت کام کرتی ہے۔ اس مادہ پرستانہ ذہنیت اور سیرت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے، کہ اصول و اخلاق اور عقائد پر منافع اور مصالح کو ترجیح دیا جاتی ہے۔ بڑے بڑے اصولوں کو اہم سے اہم عقیدہ اور بہتر سے بہتر اخلاقی تعلیم کو حقیر سے حقیر فائدہ اور ادنیٰ تر مصلحت پر ہر وقت قربان کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس ذہنیت اور سیرت کے لوگ (خواہ وہ کسی مذہبی جماعت میں پائے جائیں، اور بہت سی مذہبی فرائض و شعائر کے پابند ہوں) ہر قسم کے نظام کے ساتھ تعاون کر لینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ان میں چلتی ہوئی مشنری میں فٹ ہو جانے کی عجیب و غریب صلاحیت ہوتی ہے، اور ہر سانچہ میں ڈھل جانے کی ایسی قابلیت ہوتی ہے، جو شاید موم میں بھی نہ ہو۔ وہ ہر نظام کا کل پرزہ بن سکتے ہیں۔ ہر جھنڈے کے نیچے لڑ سکتے ہیں، اور ہر مقصد کے لئے جان دے سکتے ہیں، اور لے سکتے ہیں، بشرطیکہ اس میں ان کا کچھ بھی ذاتی نفع ہو، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کم ہو، اور خواہ وہ شخص موہوم اور بالکل مشتبہ ہو۔ یہ فلسفہ کسی ذاتی فلسفہ کی حدود سے نکل کر قومی فلسفہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے، اور دونوں حالتوں میں اپنے لیے اور قوم کے لئے اس کی دعوت یہی ہوتی ہے، کہ چلو تم ادھر کو ہوا جدھر کی۔

(۳) اس حسی تمدن اور نظام میں چونکہ علم کے مآخذ صرف حواس ہوتے ہیں، اور حواس، حبیبیہ کہ عرض کیا جا چکا ہے، انسان کے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی شہادت نہیں دیتے، کہ وہ صرف ایک بولنے والا جانور (حیوان ناطق) ہے۔ اس لیے اس کے سلسلہ تاریخ کے گم شدہ حلقے دریافت کرنے کے لئے، اور اس کی زندگی کے احکام و ضوابط معلوم کرنے کے لئے حیوان ہی کی طرف رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے، اور انسان کی زندگی کا ایسا نظام تجویز کیا جاتا ہے جو اپنی روح اور مقاصد میں خالص حیوانی زندگی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ یہ تمدن دنیا میں سب سے زیادہ پھلا پھولا۔ اس نے اپنی صنعتوں سے زمین کو گلزار اور دلچسپیوں سے زندگی کو باغ بہار بنا دیا۔ پہاڑوں کے جگر سے پانی کی نہریں بہائیں، اور پتھر کے سینے پر پھول کھلائے۔ شاندار یادگار قائم کیں، پر شکوہ عمارتیں تعمیر کیں اور انسانی صنعت اور ذکاوت کے ایسے نادر نمونے دنیا میں پیش کئے کہ اس پر حکیمانہ اور عقلی تمدن ہونے کا دھوکہ ہونے لگا۔ لیکن درحقیقت اس نے عقل کو اپنے حسی اور مادی فوائد کے لئے مسخر کیا تھا۔³⁹

عقلی تمدن: عقلی تمدن کی طویل تاریخ میں ہمیں کسی ایسے تمدن کا علم نہیں، جس کو خالص عقلی تمدن کہنا صحیح ہو، اور جس میں کوئی چیز اس وقت تک اختیار نہ کی جاتی ہو، جب تک عقل کی کسوٹی پر کس کر دیکھ نہ لی جائے، اور عقل اس کے جواز یا استحسان کا فیصلہ نہ کر دے۔ ایسا تمدن اگر وجود میں آ بھی جائے تو لوگوں کی زندگی دشوار ہو جائے، اور خود اس تمدن کا دور دو دن سے زیادہ مشکل ہو گا۔ بقول ایک مغربی ادیب کے انسان، اپنی زندگی اور اپنے افعال میں، بہ نسبت عاقل کے غیر عاقل زیادہ ہے۔ تمدن کے متعلق بھی یہ کہنا صحیح ہو گا۔ نظریات و افکار، عقائد و خیالات، رسوم، عادات اصول معاشرت، اخلاق و تہذیب کسی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے، کہ ان کی بنیاد عقل خالص پر ہے، اور عقل ان کے رد و قبول کا معیار کامل ہے۔ ان میں سے اکثر چیز عقل سے مشورہ لئے بغیر وجود میں آ جاتی ہیں پھر عقل کا فیصلہ ان کے حق میں غیر مسموع ہوتا ہے، یا عقل خود ان کو سند جو از دے دیتی ہے، اور ان کی طرف سے وکیل بن جاتی ہے۔ یونان کے پیشہ، عصمت فروشی اور خلاف فطرت جرائم کی یونانی عقل نے کیا کیا صفائیاں پیش نہیں کیں، اور کیسے کیسے نکتے نہیں نکالے؟ سیانی کی تصریحات کے لئے جس سے بڑھ کر خون آشامی اور شقاوت کے فعل نہیں ہو سکتا۔ رومی عقل نے کیا کیا تاویلیں نہیں کیں اور اس کی معصومیت پر کیسے کیسے دلائل قائم نہیں کیں؟ جاہلیت عرب کی رسم دختر کشی اور ہندوستان کی سستی کی رسم کے متعلق اس وقت کے عقلا کیا کیا فلسفے بیان نہیں کرتے ہوں گے۔ لیکن اس سے حقائق اشیاء تبدیل تو نہیں ہو جاتے، اور وہ تمدن عقلی تو نہیں کہلایا جاسکتا۔⁴⁰ تمدن واجتماع تو بعد کی چیزیں ہیں، ان کے خمیر میں تو عقل کے علاوہ اور بہت سی چیزیں داخل ہیں۔ حکمت و فلسفہ بھی ان عناصر سے پاک نہیں۔ یونان کے فلسفہ میں، جو عقل انسانی کا جوہر سمجھا جاتا ہے، یونانیوں کے علما اصنام (Mythology) اور یونانی توہمات اور افسانوی اعتقادات کا کتنا بڑا حصہ ہے۔ افلاطون وارسطو ہی اپنی ”مسلم“ حریت فکر کے باوجود اپنے ماحول کے اثرات اور مسلمات سے آزاد نہ ہو سکے۔ دنیا کے جن تمدنوں کو پہلی اور سطحی نظر میں عقلی تمدن سمجھا جاتا ہے، گہری اور تنقیدی نظر کے بعد وہ خالص حسی اور مادی تمدن ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ فریب کا دور موجودہ تمدن کا ہے، جو یورپ کے ساحر انہ پر ویگنڈے سے انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ عقلی اور علمی تمدن تسلیم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ فلسفہ جدید کا ہر طالب علم جانتا ہے، کہ اس کی تاریخ ہی عقلیت کے خلاف، حسیت اور تجربات کی بغاوت سے شروع ہوتی ہے۔ اور اس کا انجام عقل پر مادہ، روح پر حواس اور اعتقاد پر تجربہ کے انتہائی غلبہ اور فتح مندی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سترہویں صدی عیسویں سے یورپ کے فلاسفہ و حکماء، اجتماعیین و اخلاقیین نے عقل کے خلاف جنگ عظیم شروع کی۔ انہوں نے نقارہ کی چوٹ پر کہا کہ حقائق میں سے جو تجربہ میں نہ آ سکے، موجودات میں سے جو چیز ناپی تولی اور گنی نہ جاسکے، اخلاق میں سے جس چیز کا فائدہ ظاہر نہ ہو، وہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ انہوں نے بالا اعلان اس کی دعوت دی کہ کائنات پر غور آزادانہ طریقہ پر ہو۔ جس کی بنیاد کسی مابعد الطبعی نظریہ یا کسی مافوق البشر ہستی کے وجود پر نہ ہو۔ انہوں نے مادہ حرکت کے علاوہ کسی اور طاقت کے وجود تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس عالم میں کوئی نفسی یا روحی یا عقلی قوت کام نہیں کر رہی۔ کائنات کی میکاکی تو جیہہ مدلل اور علمی طریقہ قرار پایا۔ اور اس کے علاوہ تو جیہہ، ہر طریق فکر، ہر طرز استدلال غیر معقول اور غیر علمی ٹھہرا۔ رفتہ رفتہ یہ طبیعت، یہ میکاکی ذہنیت اور یہ تجربیت و افادیت ساری زندگی پر چھا گئی۔⁴¹ اسی طرح فطرت سے مراد فطرت حیوانی ہوتی ہے، جو ہر قسم کے لطیف احساسات، اخلاق ضمیر اور قلب سلیم اور عقل سلیم دونوں سے آزاد ہوتی ہے۔ جو ہر قسم کی پابندیوں اور حدود سے گھبراتی ہے۔ جس کا تقاضا صرف یہ ہے، کہ انسان کھائے پیئے

اور آزاد رہے۔ چنانچہ جن چیزوں کے مقابلے میں اور جن مواقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، ان سے صاف تعین ہوتی ہے کہ اس سے فطرت بھیگی کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں۔ حسی تمدن اور علم میں انسان کے ایک ترقی یافتہ حیوان ہونے کا اجمالی اور سرسری تخیل ہوتا ہے۔ یورپ کے تحقیقی اور علمی دور میں وہ ایک مفصل و مدلل علمی (سائنٹفک) حقیقت بن گیا۔ اور یہ نظریہ ساری زندگی کے جسم میں روح کی طرح سرایت کر گیا۔ انسانی سعادت اسی میں سمجھی جانے لگی کہ وہ اپنی اصل اور فطرت سے قریب سے قریب تر ہو۔ یہی مادی اور خود غرضانہ ذہنیت زندگی کے تمام شعبوں میں جلوہ گر ہوئی۔ معاشیات میں اس نے سرمایہ داری کی شکل اختیار کی۔ سیاست میں اس نے ملک گیری اور اقتدار کا رنگ اختیار کیا۔ نظریات و افکار میں بھی دو مقابل پہلوؤں سے مغرب نے اسی پہلو کو اختیار کیا، جو زیادہ حسی اور مادی تھا۔ مثلاً مذہب یا وحدت خیال کی بنا پر جو بین الاقوامی اتحاد ممکن ہے، اس کے مقابلے میں ایک قومیت یا ایک نسل یا ایک وطنیت کی بنا پر اتحاد زیادہ حسی اور مادی ہے، اور حواس کے لئے اس میں زیادہ کشش ہے۔ چنانچہ یورپ کا انتخاب بین الاقوامیت اور انسانیت کے مقابلے میں قومیت اور تمام روئے زمین کو اپنا وطن سمجھنے کے بجائے محدود جغرافیائی وطنیت تھا مغرب میں دین کا اثر جتنا کمزور ہوتا گیا، اور حسیات اور مادیت کا جتنا غلبہ ہوتا گیا، قومیت اور وطنیت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا گیا گو یہ دو نونوں ترازوں کے دو پہلوؤں کی طرح ہیں، کہ ایک جتنا جھلکتا ہے دوسرا اتنا ہی اونچا ہو جاتا ہے۔⁴²

اشراتی تمدن: اشراق حواس پرستی اور مادیت کا بالکل ضد ہے۔ حواس پرستی میں جس طرح روح اور اس کے متعلقات کا انکار ہے یا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اشراق میں جسم اور مادیت کے خلاف جنگ کی جاتی ہے۔ اس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ انسان کا جسم ایک قفس ہے، جس میں طائر روح مقید ہے۔ وہ قفس اس کی ہر قسم کی ترقی اور پرواز سے خارج ہے۔ روح اپنے مرکز اصلی اور سرچشمہ حقیقت سے اس وقت تک اتصال پیدا نہیں کر سکتی، جب تک کہ اس قفس سے آزاد نہ ہو۔ اس لئے یا تو اس قفس کو توڑ دیا جائے، یا اس کی تیلیوں کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ طائر روح جب چاہے، آزادانہ اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرے۔ اشراقیت جدید کا دوسرا امام پارفری کہتا ہے کہ فلسفہ کی غایت موت کا حصول و قرب ہے۔ اس لئے کہ اس سے جسم و روح کا انفصال حاصل ہوتا ہے، جو زندگی کا اصلی مقصود ہے۔ اس اشراتی فلسفہ اور تعلیم کا اثر جن جن مذاہب اور اخلاقیات پر پڑا، ان میں جسم کی تعذیب، مادیت کا ازالہ، محض خواہشات انسانی کا استیصال کلی، جذبات کشی اور تجربہ دور رہبانیت ان کے اصول و فرائض میں شامل ہو گئے۔ اور اصولی طور پر یہ تسلیم لرایا گیا کہ جسمانیت و روحانیت دو اضداد ہیں، جن کا اجتماع محال ہے۔ اور انسان کی سعادت اس میں ہے، کہ وہ روح کے مقابلے میں جسم کو بالکل مغلوب اور نظر انداز کر دے۔ اس فلسفہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جسم اور اس کے متعلقات سے نہ صرف غفلت برتی جاتی ہے، بلکہ اس کے خلاف ایسا معاندانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو کسی راہ کو ایسے پتھر کے مقابلے میں پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اس نے بار بار ٹھوکر کھائی ہو، یا ایک مجبور آشیانہ طائر کے دل میں اپنے قفس کے خلاف پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کے دارالعباد زندگی کو ایک بارگراں اور دنیاوی تعلقات کو طوق و سلاسل سمجھا جانے لگتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تصورات تمدن کی بنیادوں پر تیشہ کا کام دیتے ہیں۔ اور ان سے کسی تمدن کی تخریب کا تو بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن کسی تمدن کی تغیر کا کام قطعاً نہیں لیا جاسکتا۔ حسیت و روحانیت خالصہ دو انتہائی سروں پر ہیں۔ لیکن ان دونوں میں یہ ایک بڑا فرق ہے، کہ حسیت دنیا میں اپنے اصول پر تمدن قائم کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو جاتی ہے، لیکن روحانیت خالصہ کے فلسفہ پر کسی محدود درجہ زمین میں بھی کوئی تمدن زندگی ظہور میں نہیں آسکتی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ فلسفہ اشراق کے قبول کرنے والوں نے خارجی زندگی میں اشراقی اور روحانی اصول سے بالکل ہٹ کر مادی اور حسی اصول پر اپنی زندگی گزاری۔ ان کو اپنی زندگی میں روحانیت اور مادیت کے درمیان پیوند لگانا پڑا، وہ اپنی عبادت گاہوں میں اشراقی اور روحانی تھے، لیکن بساط سیاست پر خالص مادی اور حسی تھے۔ اشوک جو ایک عقیدت مند اور پر جوش بدھ تھا، اور ساتھ ایک زبردست فرماں روا اور کامیاب فاتح تھا جو اس طرز عمل کا ایک نمونہ ہے۔ قسطنطین نے جن مسیحیت کو (جو اپنے علمبرداروں کے ہاتھوں مسخ ہو کر ایک خالص روحانی اور اشراقی تعلیم بن چکی تھی) قبول کی، تو اس نے بھی قبول یہی ”دو علمی“ اختیار کی اور مسیحیت کی روحانیت کے ساتھ بت پرست روم کی مادیت اور جاہلیت کو جمع کیا۔⁴³ مگر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا، بلکہ جب کسی خالص روحانی تعلیم کو تمدن پر اثر انداز ہونے کا موقع مل جاتا ہے، تو تمدن کو برابر زوال ہوتا جاتا ہے اور قوم و تہذیب پر رفتہ رفتہ عالم نزاع طاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت یا تو وہ قوم اور تہذیب صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے، یا اگر اس قوم میں مدافعت کی کچھ طاقت ہوتی ہے، تو اس روحانیت خالصہ کے خلاف ایک زبردست رد عمل ہوتا ہے۔ جو بالعموم مادیت محض سے کم پر قناعت نہیں کرتا، اور روحانیت کی کسی شکل کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت یا رواداری روا نہیں رکھتا۔ یہ آخر الذکر صورت یورپ میں پیش آئی۔ جہاں اولاً اشراقیت کے اثر و ثنائی مذہب عیسوی کے نمائندوں اور علمبرداروں کی کج فہمی اور حقیقت مذہب سے نا آشنائی اور مسخ و تحریف سے کچھ دنوں کے بعد مسیحی مذہب اشراقیت سے بھی زیادہ راہبانہ اور غیر فطری نظام بن گیا۔ ازدواج کو معصیت کبیرہ، طبقہ اناث کے وجود کو دنیا کے لئے لعنت اور اس سے تعلق کو دینی ترقی میں سب سے بڑا مانع سمجھنے کا اعتقاد اصول مذہب میں داخل ہو گیا۔ اور اچھے اچھے معتبر علما مسیحیت نے علانیہ تجرد و رہبانیت کی تبلیغ کی۔ قرون وسطی کے بڑے بڑے مشہور راہب اور علماء بچوں کو ماؤں کی گود سے نکال کر صحرا میں پہنچانے اور لڑکوں کو اغوا کر کے راہب بنانے کا کام فخریہ انجام دیتے تھے۔ جسم کشی، خود آزادی اور خلاف فطرت ریاضتوں کے جو لرزہ خیز واقعات، اور راہبوں کے وحشی درندوں کے غاروں، خشک کنوؤں اور قبرستانوں میں رہنے، ستر پوشی کا کام جسم کے بڑے بڑے بالوں سے لینے، چوپایوں کی طرح ہاتھ پیر کے بل چلنے، انسانی خوراک کے بجائے گھاس کھانے، سال بھر ایک پاؤں سے کھڑے رہنے کی جو روایات لکی نے تاریخ اخلاق یورپ میں نقل کی ہیں، ان سے ان بے اعتماد لیوں کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے، جو مسخ شدہ مسیحیت نے انسانیت و تمدن کے حق میں کیے تھے۔⁴⁴

حوالہ جات:

- 1۔ Tylor Edward New Collegiathe dictionary p:202
- 2۔ Tylor Edward Burnett Religion in Primitive Culture (New York: Harper & Brothers Publishers First Edition 1958)
- 3۔ Kendall Diana, Sociology in Our Times The Essentials (Belmont CA Wadsworth a division of Thomson Learning 2004) p:43

4۔ معلوف لوبس، المنجد، مصر مطبعہ کوٹولیکہ، ص ۹۴۵

Maaloof Lobus, Al-Manjad, Musirmattaba Kothulaika, p. 945

5۔ الافریقائی ابن منظور، لسان العرب، بیروت دار صادر، ۱۹۹۷ء، ج ۱ ص ۷۸۲

al-Afriqi, Ibn Manzoor Lisan al-Arab, Beirut Dar Sadir, 1997, vol. 1 p. 782

- ۶۔ الجوهري اسماعيل بن حماد، اصحاب بذيل ماده حذب، بيروت دار الكتب العلمية، ج ۱ ص ۲۱۰
al-Jawhri, Ismail bin Hammad Ishah Huzail Madh Hizb, Beirut Dar al-Kitab Al-Ulamiya, Vol. 1, p. 210
- ۷۔ افريقي ابن منظور، لسان العرب، بيروت دار صادر، جلد ۱ ص ۸۲
Afriqi, Ibn Manzoor Lisan al-Arab, Beirut Dard Sadr, Volume 1 p. 782
- ۸۔ ابو الحسن احمد بن زكريا، المعجم مفايس اللغة، لبنان دار احياء التراث العربي ص ۱۰۲۹
Abul Hasan Ahmad bin Zakariya, Al-Majam Mufais al-Lagh, Liban, Darah Haya al-Trath al-Arabi, p. 1029
- ۹۔ آكسفورڈ انگلش ڈكشنري، آكسفورڈ ۱۹۷۸، ص ۱۲۳
Oxford English Dictionary, Oxford 2, 1978 p. 1242
- 10۔ The Training Development and refinement of mind taste and manners The intellectual side of civilization
- 11۔ Philip Bagby/Culture and History/pp73 Longmans Green dnd Co, 1958
- 12۔ ايضاً
- Ibid
- 13۔ Robert Bier Stedt/The Social Order pp.127
- 14۔ ايضاً
- Ibid
- 15۔ آرنلڈ ميٹھو، ثقافت و انتشار (اردو ترجمہ، کراچی مسلم ایجوکیشن کانفرنس، ص ۱۶۱
Arnold Matthew, Culture and Translation (urdu tarjuma, Karachi Muslim Education onference, p. 161
- 16۔ T. S, Eliot/Notes Towards the Definition of Culture /London, Fother and Fother Ltd 1948, pp, 13
- 17۔ ايضاً
- Ibid
- 18۔ لسان العرب۔ ج ۹ ص ۲۰
- Lisaan al-Arab. Volumue 9, page 20
- 19۔ كتاب العين بذيل ماده ثقف، ص ۱۱۷
Kitab al-Ain bazil mada saquf, p. 117
- 20۔ النجار محمد علي، المعجم الوسيط، ترکی دار دعوة ۱۹۸۹ء، جلد ۱ صفحہ ۹۸
al-Najjar, Muhammad Ali al-Majjam al-Wasit, Turki Dardawa 1989, vol, 1 page 98
- 21۔ ابو عبد الرحمن بن احمد كتاب العين، بيروت دار احياء التراث، ۲۰۰۱ء، ص ۱۱۷
Abu Abd al-Rahman bin Ahmad, Kitab al-Ain, Beirut Darahiya al-Tarath, 2001, p. 117

۲۲. المعجم مقالیس اللغة، ص ۱۶۹
Al-Mu'jam Muqays Al-Lugh, p. 169
۲۳. المعجم الوسيط، جلد ۱ ص ۹۸
Al-Majam al-Wasit, Volumul 1, p. 98
۲۴. ایضاً
Ibid
۲۵. درانی عطش، اسلامی فکر و ثقافت، لاہور مکتبہ عالیہ ۱۹۸۰ء، ص ۷۱
Durrani Attish, Islami Fiqr o Saqafat, Lahore Maqtaba Aliya, 1980, p. 71
۲۶. بیرونی راغب علی، الثقافة، بیروت مکتبہ اعلیہ ص ۱۹
Beirut, Raghib Ali Al-Thaqafa, Beirut Maqtaba, p. 19
۲۷. بھٹی پروفیسر محمد راشد خان، مطالعہ تہذیب اسلامی، لاہور اصباح الادب ص ۱۲
Bhatti, Professor Mohammad Rashid Khan, Mutallah tahzeeb islami, Lahore, Sabah Al-Adab, p. 12
۲۸. بیگوچ علی عزت، Islamic between East and West مترجم: محمد ایوب منیر اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش، لاہور ادارہ معارف اسلامی ۱۹۹۷ء، ص ۱۹۵
Begocho Ali Izzat, Islamic between East and West, Mutarajum: Muhammad Ayub Munir Islam and the cultural conflict of East and West, Lahore Institute of Islamic Education, 1997, p. 195
۲۹. نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت، لاہور فیروز سنز، ص ۷۷
Naseer Ahmad, Nasir Islami saqafat, Lahore Feroze Sons, p. 47
۳۰. صدیقی محمد مظہر الدین، اسلام کا نظریہ اخلاق، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۵۱ء، ص ۱۱۲
Siddiqui Muhammad Mazharuddin, Islam ka nazarya akhlaq, Lahore, Saqafa Islamia, 1951, p. 112
۳۱. سندیلوی محمد اسحاق، اسلام کا نظام سیاسی، یو پی مطبوعہ نامی پریس، ص ۵۶
Sandelvi Muhammad Ishaq, Islam ka nizaam siyasi, UP Matboaa nami Press, p. 56
۳۲. حمید اللہ ڈاکٹر، تاریخ اسلام، لاہور فیروز سنز ۱۹۶۲ء، ص ۹۰
Hamidullah, Dr. Tareekh Islam, Lahore Firoz Sons 1962, p. 90
۳۳. المنجد، ۸۰۷
Al-Manjad, 807
۳۴. سجاد ظہیر ڈاکٹر نگار، مطالعہ تہذیب، کراچی ثناء پبلی کیشنز ۱۹۹۳ء، ص ۲۶
Sjad Zaheer Dr. Nigar Study of Civilization, Karachi, Sana Publications, 1993, p. 26

- 35 لسان العرب، ج ۴، ص ۱۹۶
- Lasan al-Arab, vol. 4, p. 196
- 36 علوی ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور الفیصل ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۹
- Alvi Dr. Khalid, Islam ka mashrati nizaam, Lahore Faisal 2005, p. 119
- 37 النطن الیاس الیاس القاموس العصری، قاہرہ، المطبعة العصریہ، ص ۳۳
- Anton Ilyas Ilyas Al-Qamoos Al-Asari, Cairo, Al-Muttabah Al-Asari, p. 33
- 38 ندوی مولانا سید ابوالحسن علی، مذہب اور تمدن، کراچی مجلس نشریات اسلام ۱۹۸۰ء، ص ۳۸
- Nadvi, Maulana Syed Abul Hasan Ali Mazhub or Tamadun, Karachi Majlis-e-Islam, 1980, p.38
- 39 ایضاً، ص ۴۲
- Ibid, p.42
- 40 ایضاً، ص ۵۴
- Ibid, p.54
- 41 ایضاً، ص ۴۷
- Ibid, p.47
- 42 ایضاً، ص ۴۷
- Ibid, p.47
- 43 ایضاً، ص ۶۳
- Ibid, p.63
- 44 ایضاً، ص ۶۴
- Ibid, p.64



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)